Comparative Analysis of Obitvary Writing of Professor Muhammad Aslam and Dr. Muhammad Munir Ahmed Slatch

پروفیسر محمد اسلم اور ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ کی وفیات نگاری کا تقابلی جائزہ

Aasam Shahzad*[1]
PhD Scholar, Department of Urdu, MY University, Islamabad
Dr.Rashid Hameed *[2]
Executive Director, National Language Promotion Department (NLPD), Islamabad

[1]☆**عاصم شہزاد**
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، مائی یونیورسٹی، اسلام آباد
[2]☆**ڈاکٹر راشد حمید**
ایگزیکٹو ڈائریکٹر، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد

Correspondance: aasamdte5@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 05-04-2026
Accepted:23-06-2026
Online:28-06-2026

Copyright:© 2026 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: This study presents a comparative analysis of obituary writing by two prominent Pakistani writers, Professor Muhammad Aslam and Dr. Muhammad Munir Ahmad Slatch. The primary objective of the study is to examine their contributions in terms of style of expression, realism, research and critical approach, narrative technique, research standards, and international literary standards. The research reveals that Professor Muhammad Aslam played a foundational role in strengthening the genre of obituary writing in Pakistan after independence. Through his simple, balanced, and dignified style, he provided this genre with scholarly value and literary respectability. On the other hand, Dr. Muhammad Munir Ahmad Slatch introduced new dimensions to obituary writing through modern research principles, critical insight, and intellectual depth. His writings are marked by authenticity, analytical approach, and realism.

The study concludes that both writers made remarkable contributions to the promotion and development of obituary writing and helped establish it as a significant literary and research-oriented genre in Pakistan. Their works also serve as valuable scholarly resources for future researchers and writers.

KEYWORDS: • Obituary Writing, Professor Muhammad Aslam, Dr. Muhammad Munir Ahmad Slatch, Comparative Study, Realism, Critical and Research Approach, Style of Expression, Narrative Technique, Literary Research-

وفیات نگاری کی تعریف:

لفظی طور پر "وفیات نگاری" دو الفاظ کا مجموعہ ہے:وفیات: وفیات کی جمع ،یعنی مرنے کے واقعات۔ نگاری: لکھنے یا تحریر کرنے کے انداز کو کہتے ہیں۔

وفیات نگاری عربی اور تاریخی صنفِ ادب ہے جو مرنے والے کی زندگی، کردار، واقعات، خدمات اور تاریخ وفات پر مشتمل مختصر مگر جامع نوٹ ہوتا ہے۔ یہ صنف سوانح نگاری، تذکرہ نگاری اور تاریخ نگاری کی ایک ایسی شاخ ہے جس کے اندر مرنے والے کی سیرت، خدمات اور اہمیت پر ادبی انداز سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔اس کے لکھنے کا انداز ایسا ہوتا ہے کہ مرحوم شخصیت کی زندگی کے کمزور لمحوں کو بھی مہذب اور شائستہ انداز میں بیان کیا جاتا ہے تا کہ اس کی شخصیت کو یادگار اور خدمات کو محفوظ کیا جاسکے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں:

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی

ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

خالد مصطفی اپنی کتاب "وفیات پاکستانی اہل قلم علماء" میں کہتے ہیں:

"موت ایک اٹل حقیقت ہے جس کا ذائقہ ہر ذی روح نے چکھنا ہے۔ کسی
اپنے کی موت پر ملول و رنجیدہ ہو جانا اور اس کی عادت و خصائل کا تذکرہ

> کرتے ہوئے اسے یاد کرنا انسانی جبلت کا تقاضا ہے۔ مرحومین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے بین کرنا، ان کی یاد میں مرثیہ لکھنا اور نوحہ خوانی کرنا تقریباً ہر مذہب کے لوگوں کا شعار رہا ہے تاہم مدفونین کی قبور کی دیکھ بھال، آرائش اور کتبوں کی تنصیب زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ دنیا کے سب سے پہلے قتل ہونے والے انسان ہابیل کی قبر بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قابیل کی رہنمائی کی اور اسے قبر بنانے کا طریقہ سکھایا۔"(1)

وفیات نگاری کی تعریف اور مفہوم کی وضاحت کے بعد اب ہم انتہائی اہمیت کے حامل دونوں مصنفین کی وفیات نگاری کا تقابلی جائزہ تفصیل کے ساتھ لیتے ہیں۔

وفیات نگاری کا تقابل:

پروفیسر محمد اسلم اور ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ پاکستان میں وفیات نگاری کی صنف میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ جہاں پروفیسر اسلم نے قیام پاکستان کے بعد اس صنف کو آگے بڑھانے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں، وہیں پر ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ نے موجودہ دور میں اس صنف کو بام عروج تک پہنچا دینے کے ساتھ ساتھ اسے نئی جہتوں سے بھی روشناس کرایا ہے۔

دونوں وفیات نگاروں نے اس صنف میں ایک معتبر اور منظم تحقیقی روایت قائم کی ہے تاہم دونوں مصنفین کے ہاں بعض اشتراکات کے ساتھ ساتھ کچھ افتراقات بھی بدرجہ اتم موجود ہیں تاہم یہ امر طے شدہ ہے کہ پاکستان میں وفیات نگاری کی صنف کو ترقی دینے میں ان دونوں شخصیات نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

تعارف:

پروفیسر محمد اسلم 28 نومبر 1936ء میں صوبہ پنجاب ضلع جالندھر کی تحصیل پھلوں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام طفیل محمد تھا۔ آپ نے اعلیٰ تعلیم برطانیہ سے حاصل کی اور وطن واپس آکر پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ میں لیکچرار کے طور پر خدمات سرانجام دینے لگے اور یہیں سے پروفیسر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ آپ کی شادی علی گڑھ کے تعلیم یافتہ اور مذہبی گھرانے میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی بیٹی سے انجام پائی۔ آپ کی وفات 6 اکتوبر 1998ء کو لاہور میں ہوئی اور آپ قبرستان میانی صاحب میں سپرد خاک کیے گئے۔ وفیات نگاری کی صنف میں آپ کی کتب میں "وفیات مشاہیر پاکستان"، "خفتگانِ کراچی"، "وفیات اعیان پاکستان" اور "خفتگان خاک لاہور" شامل ہیں۔

جب کہ ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ گجرات کے گاؤں لوراں میں 3 جنوری 1968ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے میڈیکل کی تعلیم حاصل کی اور مختلف ہسپتالوں میں خدمات سر انجام دیتے رہے ہیں۔ اپنے شعبے میں کام کرنے کے باوجود بھی آپ نے وفیات نگاری کے میدان میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری و ساری ہے۔ آپ کی تصانیف میں "خفتگانِ خاکِ گجرات"، "احوال و کلاء مولوی نور الدین انور"، "وفیات ناموران پاکستان"، "وفیات اہل قلم"، "تنہائیاں بولتی ہیں"، "وفیات نعت گویان پاکستان" اور "وفیات مشاہیر کراچی"، "بجھتے چلے جاتے ہیں چراغ"، "وفیات مشاہیر لاہور" اور "وفیات مشاہیر خیبر پختونخواہ" شامل ہیں۔ یہ تمام تصانیف آپ کی وفیات نگاری کی صنف سے لگاؤ اور دسترس کا بین ثبوت ہیں۔

مفتی محمد تقی عثمانی اپنی کتاب "نقوشِ رفتگاں" میں بیان کرتے ہیں:

> "باقی رہنے والی ذات صرف اللہ کی ہے اس دنیا کی ہر شخصیت خواہ وہ کتنی ہی دل کش، کتنی پر بہار، کتنی ہر دل عزیز اور کتنی زندگی افروز ہو بالآخر اسے ایک نہ ایک دن یہاں سے جانا ہے۔ آگے اور پیچھے کا فرق ضرور ہے لیکن ہم میں سے کون ہے جو یہاں ہمیشہ رہنے کے لیے آیا ہو لیکن انسان کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ وہ اس کے سامنے کی حقیقت کو ہمیشہ نظر انداز کر کے اِس کائنات اور اس میں پائی جانے والی رنگینیوں سے اس طرح دل لگا لیتا ہے جیسے اسے اِن کے بقائے دوام کی کوئی ضمانت مل گئی ہے۔"(2)

i۔ اسلوبِ بیان:

پروفیسر محمد اسلم کی وفیات نگاری کا اسلوب متانت، وقار اور سنجیدہ رویے کی عکاسی کرتا ہے۔ ان کی وفیات میں محض کسی شخص کی وفات کی اطلاع ہی نہیں دی جاتی بلکہ وہ مرحوم کے عملی، ادبی اور تہذیبی کردار کو مکمل جامعیت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ان کی زبان نہایت سادہ اور عام فہم ہوتی ہے۔ پروفیسر صاحب ثقیل اور پیچیدہ الفاظ سے مکمل گریز کرتے ہیں تاکہ قارئین بغیر کسی تردد کے مفہوم سے آگاہی حاصل کر سکیں۔ ان کی معلومات منطقی اور واقعات میں تسلسل پایا جاتا ہے جو سادہ اور عام فہم ہے۔

جبکہ ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ کا اسلوب زیادہ فکری و فنی گہرائی اور ادبیت کا حامل ہے۔ وہ مشکل اور دقیق الفاظ کے استعمال سے گریز نہیں کرتے۔ وہ مرحوم شخصیات کے کارناموں اور خدمات کے ذکر ہی کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ ان کا تحقیقی و تنقیدی

انداز سے بھی تجزیہ کرتے ہیں تاکہ معلومات کو مستند، معتبر اور حقیقی بنا کر پیش کیا جا سکے۔ اِن کا انداز مدلل اور حتمی ہوتا ہے اور ان کے پیش کردہ حقائق ٹھوس بنیادوں پر استوار ہوتے ہیں۔

ii۔ حقیقت پسندی کا عنصر:

پروفیسر محمد اسلم کی وفیات نگاری میں حقیقت پسندی کا عنصر واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ مرحوم کی صفات پر تو بات کرتے ہیں لیکن اس بیان میں مبالغہ آمیزی کی رمق تک موجود نہیں ہوتی۔ وہ شخصیت کی متانت اور وقار کو حقیقت کے عین مطابق پرکھتے اور بیان کرتے ہیں نیز ان کی حقیقت نگاری اپنے اندر تہذیبی رنگ کو سموئے ہوئے ہوتی ہے۔ وہ شخصیت کے مثبت پہلوؤں کو ہمیشہ فوقیت دیتے ہیں تاہم کمزور پہلوؤں کو واضح طور پر بیان کرنے کے بجائے ہلکے پھلکے انداز اور اشاروں کنایوں میں واضح کرتے ہیں۔ ان تمام صفات کی وجہ سے ان کی حقیقت نگاری معتدل اور اخلاقی اقدار کے عین مطابق ہوتی ہے جب کہ

ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ کی حقیقت نگاری کا انداز زیادہ واضح، جاندار اور بے لاگ ہے۔ وہ مرحوم شخصیت کی خوبیوں اور مثبت پہلوؤں کے ساتھ اس کے کمزور پہلوؤں پر بھی کھل کر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے اسے مکمل انسانی روپ میں پیش کرتے ہیں۔ ان کی حقیقت نگاری کا دائرہ کار محض بیان تک محدود نہیں رہتا بلکہ وہ اس کا بے باک تجزیہ کر کے حقائق پیش کرتے ہیں نیز وہ ذاتی حیثیت سے بالاتر ہو کر تحریر میں تحقیقی اور دستاویزی انداز شامل کرتے ہیں۔ پروفیسر محمد اسلم اپنی تصنیف "خفتگان کراچی" میں بیان کرتے ہیں:

> "کتبے میں مرقوم عبارت سے صاحب قبر کے مذہبی عقائد کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ مثلاً جن حضرات پر توحید کا غلبہ ہوتا ہے۔ ان کے قدموں پر یا حی یا قیوم کندہ ہوتا ہے۔ بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کے کتبوں پر یا اللہ یا محمد یا غوث الاعظم دستگیر یا مرقوم ہوتا ہے۔ اسی طرح عشری فرقے سے تعلق رکھنے والوں کی قبروں کے قدموں پر پنج تن پاک کے نام علی ولی اللہ وسلم رسول اللہ و خلیفہ اور آئمہ کے نام کندہ ہوتے ہیں۔"(3)

iii۔ تحقیقی و تنقیدی اندازِ بیان:

پروفیسر محمد اسلم کی وفیات نگاری کا ایک اہم عنصر ان کا محتاط تحقیقی انداز ہے۔ وہ تمام معلومات کو ضبط تحریر کرنے سے پہلے اس کی چھان پھٹک پر خصوصی توجہ دیتے ہیں تاکہ کسی بھی قسم کی غلطی کا امکان نہ رہے اور قاری تک معتبر اور مستند معلومات ہی پہنچے۔ تاہم وہ تنقیدی انداز بیان سے حتیٰ الامکان گریز کرتے ہوئے تصویر کے روشن پہلو پر زیادہ توجہ مرکوز

کرتے ہیں تاکہ مرحوم شخصیت کے وقار میں اضافہ ہو اور ان کی عزت اور تکریم میں کسی قسم کی کمی نہ ہونے پائے۔اس طریقے سے وہ مرحوم شخصیت اور قارئین کے درمیان مضبوط رشتے کی بنیاد ڈالتے ہیں تاکہ مرحوم شخصیت کا نقش تادیر قائم رہے۔

اس کے مقابلے میں ڈاکٹر محمد منیر سلیچ نے جدید وفیات نگاری کے تقاضوں اور اس صنف میں پیدا ہونے والے رجحانات کے تحت اعلیٰ تحقیقی و تنقیدی معیار کو قائم رکھتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے تحقیق کا کڑا معیار قائم کر کے اس صنف کی ساکھ میں بہت اضافہ کیا ہے۔وہ موجود معلومات کی منطقی ذرائع سے تصدیق کرنے کے بعد اسے اپنی تحریر کا حصہ بناتے ہیں۔اس مقصد کے لیے وہ نہ صرف دور دراز علاقوں کا سفر کر کے ذاتی طور پر معلومات اکٹھی کرتے ہیں بلکہ اس کی تصدیق کے لیے بھی ہر ممکن طریقہ استعمال کرتے ہیں۔نتیجے کے طور پر حاصل کردہ معلومات ہر قسم کے ابہام اور شک وشبہ سے بالاتر ہو جاتی ہے۔اس کے ساتھ ڈاکٹر منیر سلیچ مرحوم شخصیت میں پائی جانے والی کمزوریوں اور کمیوں پر بات کرنے سے نہیں گھبراتے اور بے باک انداز میں تصویر کے دونوں رخ قارئین کے سامنے پیش کر کے فیصلے کا اختیار ان پر چھوڑ دیتے ہیں۔پروفیسر ڈاکٹر محی الدین عقیل "وفیات مشاہیر کراچی" کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

> "یہ کس قدر حیران کن اور قابل ربط بات ہے کہ سلیچ صاحب روزگار کے طور پر تو پیشہ طب سے منسلک ہیں جس سے وابستگی ان کے روز و شب کا بیشتر وقت خود وصول کر لیتی ہے باقی جو وقت روز و شب کا بچتا ہے لازماً خاندان کی نظر ہوتا ہوگا اور ہونا بھی چاہیے لیکن ان کی شخصیت کی بر اندازی جو کہ ساری علمی دنیا تک عام ہے۔اس کے پس پشت تو وہ ایک کثیر التصانیف مصنف نظر آتے ہیں اور جو ان کے شہر کے باہر ان کا اصل تعارف بھی ہے"۔(4)

iv۔بیانیہ تکنیک:

پروفیسر محمد اسلم کی وفیات نگاری کی ایک اہم خصوصیت ان کی بیانیہ تکنیک میں پائی جانے والی سادگی، جامعیت اور اثر انگیزی ہے۔ان کی وفیات میں متن کا آغاز مرحوم شخصیت کے تعارف سے ہوتا ہے اور پھر وہ ایک منطقی تسلسل کے ساتھ اس کی زندگی کے مختلف مراحل کو بیان کرتے ہیں۔ان کے بیان میں معلومات نہ تو بے کیف انداز میں بیان کی جاتی ہیں اور نہ ہی اس میں جذباتیت کا عنصر غالب ہوتا ہے بلکہ وہ ایک توازن کے ساتھ بات کرتے نظر آتے ہیں۔ان کے جملے مختصر ہونے کے باوجود جامعیت کے حامل ہوتے ہیں۔ان کی تحریر میں جابجا دھیمے جذباتی اشارے، کنائے، دعائیہ الفاظ اور

احترام بھرا لہجہ ان کی تحریروں کو مؤثر بنا دیتا ہے جس سے قارئین کے دل میں مرحوم شخصیت کے لیے ایک فطری اور ہمدردانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

اگر ہم ان کے مقابلے میں ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ کی بیانیہ تکنیک کا جائزہ لیں تو ہمیں اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ اس کے اندر فکری و فنی گہرائی، تحقیقی و تجزیاتی انداز اور متانت سے لبریز اسلوب کی حامل ہے۔ وہ محض واقعات کے بیان تک محدود نہیں رہتے بلکہ مرحوم کی شخصیت و کردار اور معاشرتی و علمی خدمات کا تحقیقی تنقیدی انداز میں جائزہ پیش کرتے ہیں۔ ان کی تحریر میں توازن کے ساتھ فکری ربط موجود ہوتا ہے۔ ان کا بیانیہ کسی نہ کسی فکری نکتے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ان کا انداز علمی اور سنجیدگی سے لبریز ہوتا ہے جو متن میں اثر انگیزی اور گہرائی پیدا کرتا ہے۔ ان کے بیانیہ کی خاص بات ان کا توازن اور اعتدال کے ساتھ جذباتی انداز ہے جو تحریر میں لطف اور دلکشی کا باعث بنتا ہے۔ ان کی بیانیہ تکنیک قاری کے لیے نہ صرف معلومات کی فراہمی کا باعث بنتی ہے بلکہ اسے فکری سطح پر بھی بلند مقام عطا کرتی ہے۔ ڈاکٹر منیر احمد سلیچ اپنی کتاب وفیات مشاہیر لاہور کے آغاز میں لکھتے ہیں:

> "مستند تاریخ ہائے وفات بیان کرنا اس کتاب کا اصل مقصد ہے اور اس کے لیے راقم نے مقدور بھر کوشش کی ہے۔ تاریخ وفات تک پہنچنے کے لیے تمام بنیادی اور ثانوی ذرائع استعمال کیے ہیں۔ الواح قبور پر لکھی گئی تاریخ وفات کو ہم مستند ترین سمجھ سکتے ہیں لیکن اس میں بھی غلطی کا امکان بہر حال موجود رہتا ہے کیونکہ کتبہ لکھوانے والے سے غلطی ہو سکتی ہے۔"(5)

v۔ تحقیقی معیارات:

پروفیسر محمد اسلم کی وفیات نگاری میں تحقیقی معیار واضح اور منظوم شکل میں موجود ہے۔ پروفیسر صاحب صرف سطحی یا جزوی طور پر حاصل کردہ معلومات پر ہی انحصار نہیں کرتے بلکہ مختلف ماخذات اور مستند ذرائع مثلاً کتب، جرائد، ذاتی کاغذات اور عینی شاہدین کی مدد سے مواد کو اکٹھا کر کے اسے منظم کر کے پیش کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں حوالہ جات کی سند، زمانی تسلسل اور حاصل شدہ معلومات کی جانچ پڑتال کے باعث مستند تحقیقی دستاویز کی حیثیت حاصل کر لیتی ہے۔ ان کا متن تحقیق اور شگفتگی کا حسین امتزاج بن کر سامنے آتا ہے۔ وہ جذباتی انداز کے بجائے معروضی انداز بیاں کو فوقیت دیتے ہیں جس کے باعث ان کی وفیات نگاری اعلیٰ تحقیقی معیارات پر پوری اترتی نظر آتی ہے۔

اس طرح ڈاکٹر محمد منیر سلیچ کی وفیات نگاری میں اگر تحقیقی معیار کو جانچا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ وہ معلومات کے حصول کے لیے صرف سنی سنائی باتوں اور چیزوں پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کے بجائے وہ عملی اور ذاتی طور پر مختلف اور مستند ذرائع مثلاً کتب، مقالات، اخبارات اور متعلقہ افراد سے انٹرویو وغیرہ کے ذریعے معلومات کو جمع کر کے اس کی تصدیق اور تجزیہ کرتے ہیں اور جو معلومات ان کے معیار پر پوری نہ اتریں انہیں قبول نہیں کرتے اس طرح سے حاصل کردہ معلومات تحقیق کے معیار اور کسوٹی پر پورا اترتی ہیں۔ وہ اس کے لیے تجزیاتی انداز اپناتے ہوئے محض واقعات کو بیان کرنے کی بجائے اس کے پس منظر سے آگہی دیتے ہیں جس سے ان کی تحریر میں فکری و فنی گہرائی در آتی ہے جو ان کی وفیات کو باقاعدہ تحقیقی دستاویز کی حیثیت عطا کرتی ہے۔

vi۔ عالمی معیار:

پروفیسر محمد اسلم کی وفیات نگاری کا اگر عالمی معیار کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان کا کام کئی حوالوں سے اس معیار پر پورا اترتا ہے جس میں تحقیق کا مستند ہونا، اسلوب کی سادگی اور مواد کو پیش کرنے کا انداز شامل ہیں۔ وہ شخصیات اور واقعات کے بیان میں مبالغہ آرائی سے گریز کرتے ہوئے حقائق کو مستند حوالوں اور شہادتوں کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا انداز تجزیاتی، تنقیدی شعور اور بین السطور بات کرنے کا انداز بھی بین الاقوامی معیار سے مطابقت رکھتا ہے۔ ان کی تحریروں میں جذبات اور معروضیت کا عمدہ امتزاج بھی ملتا ہے جس کے باعث قاری نہ صرف معلومات حاصل کرتا ہے بلکہ اسے فکری اور تہذیبی رویوں اور شعور کا ادراک بھی ہوتا ہے۔ یہ تمام خوبیاں انہیں بین الاقوامی حیثیت عطا کرتی ہیں۔

اگر ہم اس حوالے سے ڈاکٹر منیر احمد سلیچ کی وفیات نگاری کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا معیار عالمی اصولوں کے عین مطابق ہے جس میں تحقیقی گہرائی، اسلوب کی رنگارنگی اور تنقیدی شعور خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ان کا مطمع نظر محض شخصیت کے سوانحی خاکے تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ وہ مرحوم شخصیت کا مختلف حوالوں سے (ادبی، فکری اور سماجی) تجزیہ کر کے معلومات پیش کرتے ہیں جو بین الاقوامی سطح پر وفیات نگاری کی بنیادی شرط ہے۔ ڈاکٹر منیر سلیچ مبالغہ آرائی کے بجائے مستند اور ٹھوس معلومات پر بھروسہ کرتے اور نہیں شاملِ تحریر کرتے ہیں۔ ان کی وفیات میں بین السطور معانی، فکری اور فنی گہرائی کے علاوہ تنقیدی شعور کی لہر ہمیشہ واضح دکھائی دیتی ہے۔ درج بالا بیان کیے گئے اوصاف کی بدولت ڈاکٹر منیر سلیچ عالمی وفیات نگاروں کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ محمد ریاض شاہد اپنی کتاب "شہر خموشاں کے مکین" میں لکھتے ہیں:

> "شام کا اندھیرا پھیل چلا ہر طرف دھیرے دھیرے خامشی چھا رہی ہے۔
> سورج نے نور کی چادر کو سمیٹ لیا ہے۔ دن کے ہنگامے ختم ہوئے اور سیاہ

پیام عمل لے کر اُترتی ہے۔ قبرستان کے در و دیوار سے حسرت برس رہی ہے۔ بڑھتے سے بے ثباتی عیاں ہے نہ جانے کتنی ہستیاں اس مٹی میں اپنے سینوں میں بڑے بڑے راز چھپائے اور اپنی داستانیں سمیٹے ابدی نیند سو رہی ہیں۔ موت کی چادر اوڑھنے والوں میں شاہ و گدا سب برابر ہیں۔"(6)

الغرض دونوں وفیات نگاروں کے تقابل سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ قیام پاکستان کے بعد پروفیسر محمد اسلم نے اس صنف کی بنیاد ڈالنے اور اسے آگے بڑھانے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں۔ وہیں پر انہوں نے ابتدائی وفیات نگار کی حیثیت سے پاکستان میں اس صنف کی داغ بیل ڈالی اور اسے مستحکم بنیادوں پر استوار کیا اور متعدد کتابیں تخلیق کیں جو آنے والے وفیات نگاروں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوئیں۔

دوسری جانب ڈاکٹر محمد منیر سلیچ نے موجودہ کام کو مزید وسعت دے کر اس میں کئی جہتیں متعارف کروائیں۔ خاص طور پر تحقیقی معیار کے حوالے سے ان کی کاوشیں قابلِ تعریف ہیں اس کے علاوہ انہوں نے تنقیدی شعور کا ثبوت دیتے ہوئے وفیات نگاری کی صنف میں موجود کمزوریوں کی جانب واضح اور فوری توجہ دلاتے ہوئے متعدد اصلاحی تجاویز مرتب کیں۔

مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ دونوں وفیات نگاروں نے اس صنف کو آگے بڑھانے اور ترقی دینے میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔ بقول افتخار عارف:

ے ہم اپنے رفتگاں کو یاد رکھنا چاہتے ہیں
دلوں کو درد سے آباد رکھنا چاہتے ہیں

حوالہ جات

1۔ خالد مصطفیٰ، وفیات پاکستانی اہل قلم علماء، لاہور: جبار جمیل پریس، 2018ء، ص:42
2۔ محمد تقی عثمانی، مفتی، نقوشِ رفتگاں، کراچی: زم زم، پرنٹنگ پریس، 2007ء، ص:220
3۔ محمد اسلم، پروفیسر، خفتگان کراچی، لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان، پنجاب یونیورسٹی، 1991ء، ص:24
4۔ محمد منیر احمد سلیچ، ڈاکٹر، وفیات مشاہیر کراچی، کراچی: قرطاس پبلی کیشنز، 2016ء، ص:7
5۔ محمد منیر احمد سلیچ، ڈاکٹر، وفیات مشاہیر لاہور، لاہور: قلم فاؤنڈیشن انٹر نیشنل، 2018ء، ص:10
6۔ محمد ریاض شاہد، شہر خموشاں کے مکین، تعریف پرنٹرز، جون 2004ء، ص:20

References:

1.Khalid Mustafa, Wafiyat-e-Pakistani Ahl-e-Qalam Ulama, Lahore: Jabbar Jamil Press, 2018, p: 42
2.Muhammad Taqi Usmani, Mufti, Naqoosh-e-Raftagan, Karachi: Zam Zam Printing Press, 2007, p: 220
3..Muhammad Aslam, Professor, Khuftagan-e-Karachi, Lahore: Idara-Tahqeeqat-e-Pakistan, Punjab University, 1991, p: 24
4.Muhammad Muneer Ahmad Slaich, Doctor, Wafiyat-e-Mashahir-e-Karachi, Karachi: Qirtas Publications, 2016, p: 7
5.Muhammad Muneer Ahmad Slaich, Doctor, Wafiyat-e-Mashahir-e-Lahore, Lahore: Qalam Foundation International, 2018, p: 10
6.Muhammad Riaz Shahid, Shahar-e-Khamoshan Ke Makeen, Tareef Printers, June 2004, p: 20